

خطاب: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

ضبط و ترتیب: ادارہ

شیخ المشائخ مفتی اعظم علامہ محمد فرید صاحب جامع الصفات فرد و جید

مورخہ ۹ جولائی بروز ہفتہ تقریباً دن کے گیارہ بجے دارالعلوم حقانیہ کے سابق شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء مفتی اعظم پاکستان مرشد وقت پیر طریقت عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب قدس سرہ کی روح پر نوح نفس منبری سے پرواز کر گئی۔ ملک کے کوئے کوئے سے لاکھوں افراد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد تعزیت کنندگان کا ایک لاتناہی سلسلہ شروع ہوا جس میں ہر طبقہ کے لوگوں نے شرکت کی۔ تعزیت کے تیسرے دن آپ کی جامع مسجد میں دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی مدظلہ نے تعزیت کنندگان کے عظیم مجمع سے پرائر خطاب فرمایا۔ اس خطاب کو بعض احباب نے نوٹ کیا تھا۔ (افادہ عام کی خاطر ہم اس تقریر کو نذر قارئین الحق کر رہے ہیں۔) (ادارہ)۔

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . اما بعد فقد قال الله تبارك وتعالى
لِي كَلَامِ الْمَجِيدِ . اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَا نَاتِي الْاَرْضِ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اللَّهُ يَحْكُمُ لَا مَعْصِيَةَ لِحُكْمِهِ (الاية)
وقال رسول الله ﷺ العلماء ورثة الانبياء او قال عليه السلام

قابل احترام مشائخ عظام علماء کرام گرامی قدر فضلاء و طلبہ اور میرے گاؤں زر دہی کے غم و اندوہ اور درد و کرب کے بیکراں سمندر میں ڈوبے ہوئے بزرگوار بھائیو! آج ہم ایک عظیم سانحہ پر تعزیت کے لئے جمع ہیں یہ بہت بڑا سانحہ ہے ایک داحیہ عظمیٰ اور واقعہ فاجعہ ہے گویا محشر کی گھڑی ہے۔ یہ سانحہ شیخ المشائخ استاذ العلماء عظیمہ النفس رئیس الاتقیاء فرید الدھر عارف باللہ مفتی اعظم پاکستان پیر طریقت مرشد وقت حضرت العلامة مفتی محمد فرید صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ ہے جس کی شدت نے ہمارے قلوب اور ہمارے دلوں کو ہلا کے رکھ دیا ہے۔ درحقیقت آپ کا یہ سانحہ ارتحال عالمگیر غم آفاقی درد اور جہانی ماتم کی حیثیت رکھتا ہے۔

محترم بھائیو! تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب ہلا کو چنگیز اور تاتاری فتہ کی یلغار سے خلافت عباسیہ تہس نہس ہو گئی۔ خلیفہ مستعصم کے ساتھ جو دہشت انگیز اور وحشت ناک سلوک کیا گیا اس روداد کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے

ہو جاتے ہیں۔ عروس البلاد بغداد جو کہ خلافت عباسیہ کا دار الخلافہ تھا اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور شہر کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں رواں دواں تھیں گویا خون کا ایک سیلاب اٹھ آیا تھا اس اندوہناک واقعہ سے متاثر ہو کر حکیم مشرق حضرت شیخ سعدی شیرازی نے ایک ایسا دلگداز مرثیہ لکھا تھا جس کی شدت کرب کو وہ خود بھی برداشت نہ کر سکا اور اس کے چند ہی دن بعد اس دنیا سے فانی سے کوچ کر گیا۔ اس دلگداز اور درو انگیر مرثیہ کا مطلع یہ ہے کہ

آسمان راحی بود گر خوں بار در بر زمین بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

یعنی آسمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خلافت عباسیہ اور امیر المومنین مستعصم کی تاریخی و بتابی پر بجائے پانی برسانے کے خون کی بارش کرے۔ میں اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں موقع و مقام کی مناسبت سے کچھ تصرف کرتا ہوں اور وہ یوں کہ آسمان راحی بود گر خوں بار در بر زمین بروقات مفتی اعظم رئیس المستعین حضرت مفتی صاحب کے سانحہ ارتحال اور انتقال پر طلال کا یہ واقعہ فاجعہ اس داحیہ غمگینی سے کم نہیں۔ درحقیقت ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ آپ کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے کتنا بڑا نقصان ہے۔

میرے انتہائی قابل احترام بزرگو! یہ بات قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انبیاء صلحاء اولیاء اور اللہ کے نیک بندوں کے سانحہ ہائے ارتحال پر زمین بھی گریہ زن ہوتی ہے اور آسمان بھی نالہ کننا اور اشک ریز ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد رہا ہے کہ فلما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین یعنی (فرعون اور اس کے متبعین) نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو کچھ ڈھیل ملی۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں اولیاء و صلحا اور مشائخ و علماء وغیرہم ان کی وفات پر آسمان بھی روتا ہے اور زمین بھی۔ آسمان کے رونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے مومن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کی روزی اترتی تھی۔ یا جس دروازے سے اس کا عمل صالح اوپر چڑھتا تھا اور زمین کے رونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں وہ نماز پڑھتا تھا ذکر واذکار میں جس جگہ مشغول رہتا وہ مسند ارشاد وہ مسند حدیث وہ مسند تدریس وہ تمام مقامات جہاں جہاں انہوں نے قدم رکھا ہو نشست و برخاست کی ہو وہ تمام مقامات روتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ ہم اس سعادت سے محروم ہو گئے ہیں تو آج یہ منبر و محراب مسجد کا وہ گوشہ جہاں حضرت مفتی صاحب مراقبہ فرمایا کرتے تھے اور وہ حجرہ جہاں وہ مطالعہ فرمایا کرتے اور مہمانوں کے ساتھ ملاقات فرماتے تھے وہ تمام زاویے آپ کی جدائی پر لوح کننا اور اشک ریز ہیں اس لئے میں نے عرض کیا

آسمان راحی بود گر خوں بار در بر زمین بروقات مفتی اعظم رئیس المستعین

محترم بزرگو! ہمارے حضرت مفتی اعظم کی شخصیت جامع الصفات تھی ہم آپ کی کس کس صفت کا تذکرہ کریں۔ آپ کی مفسرانہ شان و شکوہ سے گفتگو کریں، محدثانہ جاہ و جلال پر روشنی ڈالیں، نقیبانہ بصیرت سے بحث کریں۔ آپ کے

اجتہادی رنگ کو دیکھیں! احسان و سلوک اور تصوف میں آپ کے ارفع مقام پر نظر دوڑائیں! جملہ علوم (خواہ وہ عقلیہ ہوں یا نقلیہ) و فنون میں آپ کی عبقریت و مہارت کا تجزیہ کریں۔ الغرض آپ کی ذات ان تمام صفات کی جامع شخصیت تھی۔ میرے بھائیو! میں دیکھ رہا ہوں کہ تین دن سے غمرہ احباب اور تعزیت کے لئے آنے والے ارباب سلوک و اہل علم آپ کے مناقب و فضائل اور مفاخر و محاسن بیان کر رہے ہیں اور اپنے جذبات محبت و خلوص اور احساسات کا اظہار کر رہے ہیں لیکن میرے خیال میں آپ کی جامع شخصیت کی صفات کے لاکھوں حصے کا بھی حق ادا نہیں ہوا ہے اور ویسے بھی کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

۔ ز وصف نا تمام با جمال یار مستغنی ست ہا ب درمگ و خال و خطہ چہ حاجت روئے زیارا
آپ کی ذات بابرکات کی مثال ایک ہشت پہلو ہیرہ جیسی ہے جس کا ہر پہلو انتہائی جاندار و شاندار تو انا و تائنا ک قوی اور مضبوط ہے کہ مجھ جیسے طفیل کتب کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان پہلوؤں میں سے کسی ایک پر لب کشائی کرے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ آپ کی ذات کو ایسی صفات کا حامل بنایا تو میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کی شخصیت کا ہر پہلو اس قدر روشن ہے کہ عقل انسانی اس پر انگشت بدنداں رہ جاتی ہے اس لئے میں حیران ہوں کہ آپ کے اوصاف کے کس پہلو سے ایک نا تمام و مختصر گفتگو کا آغاز کروں

۔ فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک
محترم بھائیو! آپ کی محدثانہ جلالت شان تو آپ کی تصنیف کردہ کتابوں سے عیاں ہے ترمذی شریف کی آفاقی شرح منہاج السنن اور شرح مقدمہ مسلم شریف سے آپ کی محدثانہ تاغیث کا اندازہ ہوتا ہے ہمارے دورہ حدیث کے دوران صحاح ستہ کی یہ کتابیں سنن ابی داؤد شریف اور بخاری شریف آپ کے زیر درس رہیں۔ انتہائی پُر انداز میں آپ ہماری ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تشریح فرماتے۔ یہ میں اس لئے ذکر کر رہا ہوں کہ ہماری ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کیونکہ اگر آپ اپنی علیت کے حوالے سے بحث فرماتے تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ تو علم کے بحر و خار بحر موج اور دریائے ناپیدا کنار تھے۔ ہمارے قاصر ذہن کب اس کا ادراک کر سکتے تھے۔ حدیث کے متعلق بحث کے بعد آپ اپنے فقیہانہ رنگ میں آ جاتے کیونکہ آپ کا درس محدثانہ فقیہانہ احتراز کا حامل ہوتا تھا۔ تو جب حدیث سے مسائل کا استنباط اور استخراج شروع فرماتے۔ اس وقت یوں محسوس ہوتا تھا گویا وقت کا امام اعظم ہمارے سامنے موجود ہے بعض اوقات آپ فرماتے کہ فلاں مسئلہ کا استنباط اس حدیث سے ہوا ہے جبکہ بظاہر ان کے درمیان کوئی ربط یا تعلق موجود دکھائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن جب آپ اس کی وضاحت شروع فرماتے اور الفاظ حدیث کا تجزیہ فرماتے تو ہم اپنی حیرت پر خود حیرت زدہ ہو جاتے کہ اس مسئلہ اور حدیث کے درمیان تو ربط و تعلق بالکل واضح ہے۔

جلالین شریف کا پہلا حصہ ہمیں آپ پڑھاتے تھے ایسے ایسے تفسیری نکات و لطائف ذکر فرماتے کہ بے

اختیار دل سے ان کی درازی عمر کے لئے دعائیں نکلتیں، علم نحو کی مشہور مثنوی کتاب شرح ملا جامی آپ بہت ذوق و شوق اور جوش و جذبہ سے پڑھاتے اس میں آپ نکتہ آفرینیوں کے انبار لگا دیتے، ایک دفعہ ہم چند ساتھیوں نے جرأت کر کے آپ سے استفسار کیا کہ آپ جو نکات بیان فرما رہے ہیں۔ ان کی ماخذ اور مرجع کیا ہے تو آپ نے مشفقانہ تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ یہ صدوری کتے ہیں سطوری نہیں، یعنی یہ کتے ہم کو اپنے مشائخ سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوئے ہیں یہ جواہر ریزے آپ کو کتابوں میں نہیں ملیں گے۔

محترم بھائیو! آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے وقت میں بہت ہی وسعت پیدا کی تھی ہاں وجود کثرت مشاغل کے آپ کی زیر درس جو کتابیں ہوتیں، وہ بروقت اختتام کو پہنچ جاتیں، ابتدائے تعلیمی سال سے لے کر آخر سال تک آپ کا ایک ہی انداز تدریس تھا، دیگر مدرسین کی عام روش کے مطابق کہ اختتام سال میں رات دن کتابوں کی پڑھائی میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ نے کبھی اضافی وقت نہیں لیا اور اس پر طرہ یہ کہ آپ ہفتہ میں دو بار گاؤں زروبی تشریف لے جاتے، حالانکہ اس وقت سڑکیں بھی کچی تھیں اور ذرائع آمد و رفت کی بھی فراوانی نہ تھی جیسا کہ آج کل ہے اس کے باوجود آپ کا درس چونکہ پہلے گھنٹہ سے شروع ہو جاتا، آپ اس کے لئے بالکل وقت پر پہنچتے تھے سبق میں ناغہ کرنا آپ کی لفت میں نہ تھا۔

ایک دفعہ ہفتہ کے دن بندہ بھی اکوڑہ آ رہا تھا اور حضرت مفتی صاحب بھی چونکہ گاڑی ہمارے گھر کے قریب سواریوں کے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی تو اکثر میں جب گھر سے نکل کر بڑے راستے پر آتا تو مفتی صاحب یاد قدم آگے ہوتے یا پیچھے پھر ہم اکٹھے گاڑی تک جاتے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں جب گھر سے نکلا، بوند باندی ہو رہی تھی، اس نے نہیں مفتی صاحب کو بھی دیکھا کہ وہ بھی تشریف لا رہے ہیں، ہم دونوں جب گاڑی کی جگہ پر پہنچے تو گاڑی موجود نہ تھی اور بارش بھی موسلا دھار شروع ہو گئی۔ پانی زیادہ آگیا، ایک دوکان کے برآمدے میں ہم کھڑے تھے وہاں دو بلاک پڑے تھے، ایک بلاک پر مفتی صاحب کھڑے ہو گئے اور دوسرے پر مجھے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ آج شاید گاڑی والے نے بارش کی وجہ سے چھٹی کی ہو، اس قریبی مسجد میں تشریف لائیں، وہاں بیٹھیں گے، میں چائے لاؤں گا اور اکٹھے بیٹھیں گے۔ مفتی صاحب نے فرمایا پشتوں کی ہوسادھے مہ کوہ یعنی مزاح فرمایا کہ فضول باتیں مت کرو۔ یہاں کھڑے رہو پھر دو تین منٹ بعد بارش ذرا ختم گئی۔ مجھے فرمایا کہ او اڈہ (سوزو کی ڈائسن یا تانگے وغیرہ جہاں موجود ہوتے) کو جائیں، جب وہاں گئے تو وہاں بھی ہوکا عالم تھا۔ میں نے پھر عرض کیا: یہاں بھی تو کوئی سواری نہیں۔ آپ خاموش رہے۔ ایک دو منٹ کے بعد جہانگیرہ سے ایک دیگن آئی اس میں ہمارے گاؤں کے کچھ لوگ کراچی سے آئے تھے، گاڑی والے نے کہا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ اکوڑہ خٹک۔ ڈرائیور نے کہا آپ یہاں کھڑے رہیں میں جلدی واپس آتا ہوں آپ کو سیدھا جہانگیرہ پہنچاؤں گا۔ کیونکہ میں بنگلہ کے لئے

جاتا ہوں وہ آئے ہم اس میں بیٹھ گئے اس نے جہانگیر تک ایک بھی سواری نہیں بٹھائی۔ اور جہانگیر پہنچا دیا۔ پھر دوسری گاڑی میں بیٹھ کر اکوڑہ پہنچے اور کمال یہ کہ ہم گاؤں والے گاڑی کے وقت سے دس منٹ پہلے پہنچ گئے۔ اپنے گھر کی طرف جاتے وقت مفتی صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا اب جاؤ اور آرام سے چائے پی لو۔

میرے محترم بزرگو! یہ آپ کی وقت کی پابندی کا حال تھا کہ ہجوم مشاغل کے باوجود آپ اپنے کام بروقت مکمل فرماتے، ہجوم مشاغل اس طرح کہ آپ فجر کی نماز کے بعد اپنے مسٹر شہین کے ساتھ مراجعت فرماتے، اس کے بعد اسباق پڑھاتے، پھر دارالافتاء تشریف لے جاتے، وہاں ڈاک کے ذریعہ بھیجے گئے استفتاءات کے جوابات تحریر فرماتے۔ اکثر مستفتین زبانی سوالات پوچھتے ان کی طرف توجہ دیتے۔ پھر تصنیف و تالیف کے لئے وقت نکالتے، اسی طرح دعوت و ارشاد کا بھی سلسلہ جاری رہتا، جلوس اور محافل و عطا میں شرکت کیلئے تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اجتماع سنت کی تلقین فرماتے۔

محترم بزرگو ۱۹۹۳ء میں آپ پر فجر کی نماز میں فالج کا شدید حملہ ہوا اور ۱۵ سال تک اسی بیماری میں گزارے، لیکن اس دوران آپ کی استقامت دیدنی تھی۔ آپ رضاء بالقضا کی ایک مجسم تصویر تھے۔ بظاہر جو آپ کی زبان بند تھی یہ بھی آپ کے کمال پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جب اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ اس کی اطاعت میں شب و روز مشغول رہتا ہو اس کے دل میں خشیت الہی رنج بس گئی ہو، مکمل قمع رسول ہو اور اطاعت سنت نبوی ﷺ کا اہتمام کرتا ہو تو اس کو مقام قرب نصیب ہوتا ہے اس پر اسرار اور رموز کے انکشاف کے دروازے کھل جاتے ہیں اس کیلئے حجابات اٹھائے جاتے ہیں۔

۔ افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

اللہ کریم کی طرف سے ان پر خصوصی انفضال و انعام کا نزول ہوتا ہے چونکہ یہ تو خاصان خدا ہوتے ہیں یہ حضرات ان اسرار و رموز کے کشف کو برداشت کر سکتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہ برگزیدہ ہستیاں ان اسرار و رموز کو ان حضرات کے سامنے فاش کریں جن میں ان کے تحمل کی قوت نہ ہو اسی وجہ سے بعض اوقات ان کی زبان بندی کی جاتی ہے باقی رہا ذکر اتوان کا دل تو شب و روز ذکر الہی میں مشغول رہتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے مرشد حضرت شیخ الشیخ خواجہ عبدالملک صاحب نقشبندیؒ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی تھے اور ان کا کمال یہ تھا کہ پاکستان کے تمام بڑے بڑے شیوخ حدیث اور علماء آپ کے دست حق پرست پر بیعت تھے، میرے والد محترم امام الحکیمین صدر المدرسین علامہ عبدالعلیم صاحب قدس سرہ امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد فرید صاحب بھیسی شخصیات آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھیں اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ آپ کس پایہ کے بزرگ تھے جب آپ کا انتقال ہوا تو انتقال کے بعد بھی آپ کا دل دھڑکتا تھا۔ ڈاکٹر زحیران تھے انہوں نے کہا کہ ہم ڈیڑھ سو ٹیکٹ اس حالت میں نہیں دے سکتے۔ علماء جو اس وقت موجود تھے انہوں نے ڈاکٹر دلوں کو کہا کہ آپ اس راز کو نہیں سمجھ سکتے۔ آپ ہر سال

دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تو آپ کے تمام خلفاء و مجازین اور مریدین و مسترشدین حقانیہ میں جمع ہوتے اور دو دن تک مراقبوں اور روحانی مجالس کی پر رونق بہاریں ہوتیں۔

اپنے شیخ خواجہ عبدالملک صدیقی کی آپ سے از حد محبت تھی اور آپ کی رائے کو ترجیحی بنیادوں پر لیتے ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مردان میں حضرت صدیقی صاحب کے خلفاء کا اجتماع تھا، آپ بھی تشریف لائے تھے، حضرت خواجہ صاحب نے اپنے تمام خلفاء کو فرمایا جو کہ تمام بڑے بزرگ اور عالم تھے کہ میں آپ کے سامنے نماز پڑھتا ہوں، آپ میرے قیام و قعود اور رکوع و سجود کا بغور مشاہدہ کریں کہ میری نماز سنت کے مطابق ہے یا نہیں۔ جب آپ نے نماز پڑھی تو اپنے خلفاء کے حلقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ میری نماز سنت کے مطابق ہے یا نہیں، تمام خلفاء نے جواب دیا حضرت بالکل سنت کے موافق ہے، پھر حضرت نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا کہ آپ بتائیں تو میں نے عرض کیا کہ حضرت قیام کے دوران آپ کے دلوں پاؤں کے درمیان کا فاصلہ سنت کے مطابق نہیں، پھر میں نے ان کو صحیح فاصلہ بتایا اس پر آپ نے خوشی کا ظہار فرمایا۔ لیکن دوسرے خلفاء پر برہم ہوئے کہ آپ نے میری نماز کا صحیح مشاہدہ نہیں کیا۔

دارالعلوم حقانیہ میں ہم اور حضرت مفتی صاحب (اب ان کو رحمہ اللہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے) ایک دوسرے کی ہمسائیگی میں رہتے تھے، گرمیوں کے موسم میں آپ تہجد گھر کے صحن میں پڑھتے تھے اسکے بعد آپ ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتے۔ اکثر اوقات ہم انکی پرسوز آواز کو سنتے اور اس اثر آفرینی کا عجیب عالم ہوتا۔

محترم بزرگو! جو شخص اپنے مرشد کا محبوب ہوتا ہے اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبوبیت پیدا کرتے ہیں، آپ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے، میرے گاؤں والو کو دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کی زیارت کیلئے سفر کی مشکلات اور صعوبتیں برداشت کر کے آتے اور آپ نے نماز جنازہ کا عالم بھی دیکھا۔ کتنا عظیم جنازہ تھا اور یہ آپ کو بتاؤں کہ دو تہائی لوگ رش اور راستوں کی بندش کی وجہ سے جنازہ میں شرکت سے محروم رہے، یہ ان کی محبوبیت کا عالم تھا۔ ہر شخص کو معلوم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے یہ اپنے وقت کا بہت بڑا ولی ہے اس کی نماز جنازہ میں شرکت ہر آدمی اپنے لئے باعث سعادت اور لائق نجات اخروی سمجھتا تھا۔ میں نے بہت سے لوگوں سے سنا کہ یہ موت قابل صدر رشک ہے کاش ہماری موت بھی ایسی ہو۔ وہ سرکھولے ہماری لاش پر دیوانہ وار آئے اسی کو موت کہتے ہیں تو یارب بار بار آئے

اے میرے محبوب شیخ! اے میرے محسن! اے میرے مربی! ایک دنیا آپ کی زیارت کے لئے آئی ہے ایک عالم آپ کی دیدار کا مشتاق ہے، آپ کس طرف جارہے ہیں آپ کی تماشگاہ کونسی ہے

اے تماشگاہ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشایم روی

محترم بزرگو! میں تو گویا ان کی گود میں ملا ہوں، اکثر میرے ساتھ لطیف مزاح فرمایا کرتے، یہ تو آپ کی شفقت تھی،

مہربانی تھی اور لطف و کرم تھا تو اسی شفقت نے ہمیں ایک گونہ گستاخ بنایا۔ اسی وجہ سے کبھی کبھی آپ کے ساتھ بے تکلفی کا ارتکاب کرتا، عید الاضحیٰ کے موقع پر کافی دنوں کے بعد بندہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا (چونکہ بندہ شوگر کا مریض ہے اور اسی وجہ سے ہائیں ٹانگ کی دوا لگایاں کٹوائی گئی ہیں) بندہ کو عصا کے سہارے آتا دیکھ کر تبسم فرمایا، بہت شفقت کے ساتھ اپنا ہاتھ مبارک ملانے کے لئے آگے کیا۔ بندہ نے دست بوسی کی۔ پھر میری طرف توجہ کئے ہوئے مسکرا رہے ہیں، بندہ بھی ان کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ بار بار دیکھ رہے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں، پھر اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھا، پھر تبسم فرمانے لگے، ان کو میری استقبالی کیفیت معلوم ہوئی تو انتہائی تکلیف سے زبان کو زور دیتے ہوئے فرمایا سوڈا اور اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی تم تو بوڑھے ہو گئے ہو۔ آپ کی داڑھی سفید ہو گئی ہے تو بندہ نے عرض کیا جی سواری کرتے ہیں، یعنی جوان بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ مفتی صاحب اس وقت انتہائی ہشاش بشاش تھے میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ سے نوازیں۔ آپ کو دوبارہ جوانی نصیب ہو آپ کی داڑھی مبارک پھر سے سیاہ ہو جائے اور آپ پھر سے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائیں اور ایوان شریعت ہال میں ہم آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرتے ہوئے آپ ہمیں ترمذی اور بخاری شریف کا درس دیں۔ اس پر بہت دیر تک معصومانہ انداز میں تبسم فرماتے رہے، پھر اسکے بعد آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، یہ منظر دیکھ کر دل میں انتہائی شرمندگی محسوس کی، لیکن مفتی صاحب نے دوبارہ ہمسما انداز میں متوجہ ہوئے اور دعائیں دے کر ہمیں رخصت کیا۔

میرے محترم دوست اور بزرگو! قسمت کی بات ہے گزشتہ بدھ بتاریخ ۶ جولائی بندہ اپنے چند تلامذہ سمیت بیمار پرسی کے لئے اکوڑہ خٹک سے آیا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ آپ گھر تشریف لے گئے ہیں، انتہائی مایوسی ہوئی کہ اب تو ملاقات شاید نہ ہو سکے لیکن ہماری خوش نصیبی تھی کہ آپ کو جب اطلاع ہوئی تو کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیٹھک کو لائے گئے۔ دوستوں نے کہا کہ حضرت کو تکلیف ہے، ہم نے عرض کیا کہ ہم صرف ایک جھلک دیکھیں گے، ہاتھ نہیں ملائیں گے لیکن جب ہم ان کے پاس گئے تو انتہائی محبت سے پیش آئے اور از خود ہاتھ مبارک ملانے کے لئے اٹھایا۔ بندہ نے دست بوسی کی سعادت حاصل کی، پھر بندہ کی ناک پر اپنی انگلی رکھ لی پھر اشارہ سے پوچھا کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا ٹھیک ہوں، اللہ کا کرم اور آپ کی دعائیں ہیں۔ پھر بندہ نے عرض کیا آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ تو آپ نے نفی میں ہاتھ مبارک ہلایا اور پیٹ کی طرف اشارہ کیا کہ ٹھیک نہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت دوائی استعمال کرتے ہیں یا نہیں تو سختی سے نفی میں ہاتھ ہلائے اس کے بعد آپ نے واپس گھر جانے کا اشارہ کیا اور ویل چیئر کے ذریعہ گھر لے جائے گئے۔ کیا خبر تھی کہ یہ اُن کے ساتھ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔ اس کے بعد جدائی اور ہجر کا ایک طویل سفر شروع ہوگا۔ اے ہمارے شیخ، آپ تنہا نہیں جا رہے آپ کے ساتھ ہماری محبتیں جاری ہیں، ہماری عقیدتیں جاری ہیں، ہمارے آنسو جا رہے ہیں۔

تانبہ بنداری کے تجمائی روی

دیدہ سعدی دول ہمراہ تبت

اللہ آپ کو ارفع و اعلیٰ مقامات سے نوازیں اور آپ کی تربت پر سدا رحمتوں کا نزول ہو۔
میرے محترم بزرگوار غمزدہ بھائیو! حضرت مفتی اعظمؒ کے سانحہ ارتحال پر غم و اندوہ کا ایک کوہ گراں ہمارے سروں پر آگرایا۔ ایسا عظیم غم ہے کہ ہم اس کو تنہا برداشت نہیں کر سکتے تھے بلکہ اگر اس غم کا نزول پہاڑ پر ہوتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان لاکھوں افراد کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور آپ تمام حضرات کو جو ملک کے کونے کونے سے تعزیت کے لئے تشریف لائے ہیں، بہترین اجر سے نوازے کہ آپ نے ہمارے ساتھ اس غم میں شریک ہو کر ہمارے غمزدہ قلوب کے لئے تسلی و تشفی کا سامان مہیا کر دیا۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

وائے تقطعات بسنہ وفات شیخؒ

۲۰۱۱ء

از: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

اٹھ گئے دنیا سے اُف وہ مفتی اعظم فرید
وہ رئیس الاتقیاء وہ مرد حق فرد وحید
سال رحلت میں کیا فانی جو میں نے فکر و غور
غیب سے آئی صدا اواہ مغفور الحمید

۱۴۳۲ھ

ہم	جاپا	ہے	نوحہ	و ماتم
یہ	جو	ہ	دقات	عالم
ایں	صدا	بقانی	آمدہ	زغیے
اُفا	ہ	فراق	مفتی	اعظم

۱۴۳۲ھ

ہو گئے جہاں سے رخصت اب
ہائے برفراق حضرت اب

۱۴۳۲ھ

پیکر محبت اہل دل
وائے بروقات شیخ ما